جامع

اُردُو

نسیمُ اللُّغات

جدید تقاضوں کے تحت درس و تدریس
اور کاروباری الفاظ کے معانی، محاورات
و ضرب الامثال اور علمی، ادبی و فنی
اصلاحات سے آراستہ ایک جامع اور مُستند لُغت

مرتّبین

سیّد قائم رضا نسیم امروہوی

سیّد مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی

EST - 1887

شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ، پبلشرز • لاہور • حیدر آباد • کراچی

بِسمِ اللہِ ولہُ الحمدُ

مُقدّمۂ لُغت

لُغت نوِیسی کے اصُول وضوابط

لغت نوِیسی، ایک ایسا فن ہے جس کے اصُول وضوابط ہماری زبان میں ابھی تک کتابی صُورت میں مرتّب و مدوّن نہیں اور جتنی لغتیں شائع ہوئی ہیں، وہ مؤلّفین نے اپنے اپنے ذوق کے اختراع کیے ہوئے اصُول کے تحت ترتیب دی ہیں ——— زیادہ تر بلکہ تقریباً تمام تر لغتوں کے مؤلّفین نے تشریح طلب الفاظ جلی حرُوف میں لکھ کر ان کے مترادفات تشریح میں درج کر دیے ہیں۔ اگرچہ ان مترادفات میں معنی و مفہوم کے اعتبار سے باہم، تھوڑا یا بہت، فرق ہوتا ہے تاہم ان کی مدد سے قاری یا ناظر کو زیرِ عنوان لفظ کے معانی کا ایک گُونہ تصوّر ہو جاتا ہے، جسے وہ اپنے ذوقِ سلیم کے مطابق معنی مقصُود تک پہنچنے کے لیے مشعلِ راہ بناتا ہے ——— اور اس طرح طالبِ متحیّر کی ضرُورت بڑی حد تک پُوری ہو جاتی ہے۔

راقمُ الحرُوف نے ۵۱-۱۹۵۰ء میں اسی طریقے اور رواج کو اپنا کر شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز و بک سیلر کی فرمائش پر اسکوُلوں اور کالجوں کے طلباء کے لیے ایک مختصر لغت "نسیمُ اللغات"، مرتّب کی جسے متعلّقہ اربابِ علم کے حلقے اور عام دفاتر وغیرہ میں، اس بنا پر سب لغات سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ ——— میں نے تشریح نگاری میں جامعیت و مانعیت دونوں کو کما حقّہٗ ملحُوظ رکھا تھا، جس سے بیشتر موجُودہ فرہنگیں تقریباً محرُوم تھیں ——— اس کے بعد جب ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۹ء تک مجھے اس عظیم اُردو لُغت کی ترتیب و تدوین میں ادارت کے فرائض انجام دینے کا موقع ملا، جو حکومتِ پاکستان نے "اردو بورڈ کراچی" کے زیرِ نگرانی مرتّب کرائی ہے[1] اور اس سلسلے میں مجھے دُوسری زبانوں کی لغتوں اور فرہنگوں، نیز تشریح نگاری سے متعلّق مضامین کے مطالعے کا موقع ملا تو مذکُورہ اٹھارہ سال کی مدّت میں کئی دِل نشین اصُول سامنے آئے اور جس طرح "پہلے زبان اور پھر اس کی صرف و نحو" ہوتی ہے، اسی طرح "پہلے لغت اور پھر اس کے ضوابط" کے اصُول پر میرے اور دیگر معاصرین[2] کے تجربات سے لغت نوِیسی کے چند اصُول ذہنوں میں مُرتّب ہوئے جنھیں ذیل میں صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ لغت نوِیس کے سامنے سب سے پہلے ان الفاظ کے انتخاب کا سوال آتا ہے جنھیں وہ اپنی لغت میں درج کرے گا اس کے لیے ایک تو وہی عام رواج ہے جو موجُودہ مطبُوعہ لغتوں کی تدوین میں برتا گیا ہے اور اس سے زیادہ کے وسائل پر قدرت نہ ہونے کے باعث اس دَور میں اس کے سوا چارہ بھی نہیں۔ وہ عام رواج یہ ہے کہ اردُو کی کل لغتیں، چند فارسی و عربی کی لغتیں، اور تمام علمی و ادبی کتابوں اور شعراء کے دیوانوں کی فرہنگیں (جو ان کے ساتھ وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی ہیں) سامنے رکھ کر ان سے وہ الفاظ اخذ کیے جائیں جو اردُو میں متداول ہیں یا استعمال ہونے کی صلاحیّت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اخذِ الفاظ کے وہ طریقے بھی حتّی الاِمکان اختیار کیے جائیں جو سطُورِ ذیل میں جا بجا درج کیے گئے ہیں۔

اس طریقے کے علاوہ حصُولِ الفاظ کا ایک اور طریقہ بھی ہے، جسے ہم آگے چل کر درج کریں گے۔

۲ ——— الفاظ کا ذخیرہ جمع ہونے کے بعد لغت نوِیس کو سب سے پہلے اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے (جو ناشر اور کاتب کے مخلصانہ تعاوُن کے بغیر صُورت پذیر نہیں ہو سکتا) کہ ناظرینِ زیرِ عنوان لفظ کا صحیح تلفظ کر سکیں ——— اس کے لیے حسبِ ذیل پابندیاں ضرُوری ہیں:

(الف) یہ کہ حرُوف پر جو نقطے لگائے جائیں وہ اپنے صحیح مقام اور ٹھیک اسی شوشے پر ہوں جو کتابت میں ان کے لیے مقرر ہے ——— مثلاً

---

[1] میں اس لغت کی دس جلدیں (ن کی تقطیع تک) مرتّب کرنے اور دو جلدوں کی پریس کاپی بنانے اور چھپوانے کے بعد بورڈ کی ملازمت سے سبکدوش ہو گیا

[2] ڈاکٹر شوکت سبزواری مرحُوم وغیرہ

نبیٔ (ن ب ی) لکھنا ہے تو نُون کا نقطہ پہلے شوشے پر ہو اور بے کا نقطہ دُوسرے شوشے کے نیچے ، اس طرح نہ لگائے جائیں کہ لفظ کو بنی (ب ن ی) پڑھا جا سکے۔ یا مثال کے طور پر مصیبت (م ص ی ب ت) لکھنا ہو تو اس میں صاد کے بعد گِن کر تین ہی شوشے بنانا چاہییے ، ایک وہ جو ص کے بعد (صد) ضروری ہوتا ہے ، دُوسرا ی کا اور تیسرا ب کا ۔ ورنہ شوشوں کے کم و بیش ہونے اور ان پر نقطوں کے غلط اندراج سے لفظ کچھ کا کچھ پڑھ لیا جائیگا

(ب) یہ کہ لفظوں کے اعراب صحیح مقام پر لگائے جائیں اور پُوری کتاب میں ان کی یکسانیت برقرار رہے تا کہ کسی جگہ رَوِش کے خلاف اندراج کے باعث التباس نہ ہو سکے۔ مثلاً تڑپنا اور جھلملانا میں زبر زیر اس طرح ہوں : تَڑَپنا ، جھِلمِلانا ، اور اس طرح نہ ہوں : تڑَپنا ، جھِلمِلانا ۔

(ج) اعراب سے جو آوازیں نکلتی ہیں ان کی عام فہم توضیحات سے حد بندی کر دی جائے مثلاً اِمداد اور اِعلان دونوں کے الف میں کسرے کی آواز نکلتی ہے مگر ان دونوں آوازوں میں یہ فرق ہے کہ اِمداد کا زیر مائل بہ یائے معرُوف ہے اور اِعلان کا زیر مائل بہ یائے مجہُول۔ لغت کے آغاز میں ایسے تمام اصُول وضوابط اور علامات کی وضاحت کر دینا چاہییے جن سے صحیح تلفّظ کا تعیّن ہوتا ہے ۔

(د) 'واو' کا تلفّظ عمُوماً چار طرح اور 'ی' کا تلفّظ تین طرح ہوتا ہے۔ جیسا کہ علیٰ الترتیب زیرِ نظر الفاظ میں ہے :

و لو ، دو ، جو ، کو ، ہو سو ہو

لُو ، مُو ، بُو ، جُو ، خُو ، رُو ، کُو [1]

رَو ، لَو ، ضَو ، چَو [2] ، دَو [3] ، سَو

خود ، خویش ، خواب [4]

ی لین دین ، میں ، دیں ، لیں ، ریں [5]

بِین ، تِین ، دِین ، لِین ، رِین [6] ، شِین

چَین ، عَین ، بَین [7] ، اَیں ، دَیں [8] ، زَین [9]

ان حرفوں سے مرکّب الفاظ کے صحیح تلفّظ کے لیے یہ اُصول مقرر ہے کہ جب 'واو' اور ی سے پہلے حرف پر کوئی حرکت بنی ہوئی نہ ہو اسے مجہُول پڑھا جائے گا۔ جب 'واو' اور ی سے پہلے حرف پر پیش [10] یا زیر [11] بنا ہو اسے معرُوف پڑھیں گے۔ جب 'واو' اور ی سے پہلے حرف پر زبر بنا ہو اسے لین پڑھا جائے گا۔ 'واو' کے تلفّظ کی چوتھی صُورت یہ ہے کہ وہ لکھا تو جاتا ہے مگر پڑھنے میں نہیں آتا ، وہ واو غیر ملفُوظ یا معدُولہ کہلاتا ہے اور علامت کے طور پر اس کے نیچے ایک چھوٹی سی لکیر بنائی جاتی ہے ۔

'ی' کی ایک صُورت یہ ہے کہ اسے ماقبل حرف کے ساتھ مخلُوط پڑھا جاتا ہے ، جیسے "کیا" (سوالیہ) ۔ اس اختلاط تلفّظ کی طرف اشارہ کرنے کے لیے یہ علامت مقرر ہے کہ ایک چھوٹی سی کمان لفظ پر بنائی جاتی ہے جس کا ایک سرا 'ی' پر ہوتا ہے اور دُوسرا اس کے ماقبل حرف پر جس میں وہ مخلُوط ہے جیسے :

کیا ، بیاہ ، کیوں ، دھیان ، گیان ، میان [12]

'واو' کی ایک یہ صُورت بھی ہے کہ وہ کسی حرف کے ساتھ مخلُوط پڑھا جاتا ہے ، اس اختلاط کے اظہار کی علامت بھی وہی ہے جس کا اوپر (ی کے

---

[1] جیسے کُوچہ [2] جیسے چوک [3] جیسے تگ و دو [4] واو غیر ملفُوظ [5] جیسے ریں ریں کرنا [6] جیسے زمین یا مینا [7] بہت سے لوگ جو اردُو سے مادری زبان کا رشتہ نہیں رکھتے بات چیت میں "مَیں" ، "کو" "میں" (م ے ں) بولتے ہیں۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ کتابوں میں یہ فرق ملحُوظ نہیں رکھا جاتا [8] جیسے زمین دَیں گئی [9] زیب و زین ۔
[10] واو ہوتے کی صُورت میں [11] ی ہونے کی صُورت میں [12] تلوار کا غلاف ، کاٹھی ۔

۲ ۔ اسی وقت ، فوراً ، اسی دم ، م : مجھے اب چاہیے تم کہتے ہو پھر لے لینا ۔

۳ ۔ ان دنوں ، آج کل ، م : اب وہ لوگ کہاں !

۴ ۔ آیندہ دنوں میں ، م : اب آپ کب آئیں گے ؟

۵ ۔ گزشتہ دنوں میں ، م : ع بات اب کی ہے اسی نہر سے تم بھاگے تھے

۶ ۔ دوبارہ ، پھر کبھی ، م : اب ایسا نہ ہوگا ۔

۷ ۔ اس سے زیادہ ، م : اب ہم برداشت نہیں کر سکتے ۔

۸ ۔ اس حالت میں ، اس صورت میں ، م : انھوں نے روپیہ دینے سے انکار کر دیا ، اب کیا کیا جائے !

۹ ۔ عنقریب ، م : بادل گھر چکا ہے اور اب برسا ۔

۱۰ ۔ با ایں ہمہ (ہم بھی کے ساتھ) لٹ پٹ گئے مگر اب بھی سیکڑوں پر بھاری ہیں ۔

۱۱ ۔ موقع ہاتھ سے نکلنے کے بعد ، م : اب ہم کیا کر سکتے ہیں ۔

اگر زیرِ عنوان لفظ کے کوئی معنی کار باری یا پیشہ ورانہ ہوں تو خطوط وحدانی میں پیشے وغیرہ کا نام درج کر کے وہ معنی بھی جداگانہ اور مستقل شق میں تحریر کرنا چاہیے ۔

اگر کسی لفظ کو صرف عورتیں بولتی ہوں ، یا یوں کہیے کہ عام لوگوں کی بول چال کے علاوہ ایک معنی ایسے بھی ہوں جن میں اس لفظ کا استعمال عورتوں سے مختص ہو تو لفظ کے کل معانی لکھنے کے بعد نئی شق کے تحت خطوط وحدانی میں عورتوں کے استعمال کی علامت (مثلاً عو) درج کر کے وہ معنی بھی لکھنا چاہیے ۔

اگر کسی لفظ کے کوئی خاص معنی کسی خاص مشغلے یا واقعے سے ماخوذ ہوں اور ابتداءً وہ لفظ اس مشغلے یا واقعے یا اس کے کسی جزو کے لیے استعمال ہو اور بعد ازاں مجاز مرسل کے طور پر اس مشغلے یا واقعے سے مماثلت رکھنے والے کسی خاص موقع پر عام طور پر بولا جانے لگے تو اس شق کی تشریح میں ماخذ کا حوالہ درج کرنا بھی ضروری ہے ۔ مثلاً چھکے چھوٹنا یا دقیانوسی کی تشریح میں شطرنج کے چھکے اور دقیانوس کی قدامت کا حوالہ ضرور دینا چاہیے ۔

۴ ۔ لغت نویس ، لفظ اور اس کے معنی کا ایک مورخ اور حقیقت واقعہ کا ایک ناقل ہوتا ہے ۔ نقاد اور نکتہ چیں نہیں ہوتا ۔ اسے اس بات سے بحث ہوتی ہے کہ یہ لفظ کس زمانے میں اور کس کس معنی میں استعمال کیا گیا ۔ لفظ کی فصاحت وغیرہ اس کے دائرۂ کار سے خارج ہے ۔ وہ معنی بیان کرنے کا ذمہ دار ہے حسن و قبح کے متعلق فتوٰی دینے کا اسے حق نہیں ، اس لیے اس کی آخری اور انتہائی کوشش یہ ہوگی کہ سب لفظ اور ان کے سب تلفظ جو عوام میں رائج ہیں اور کل معانی ضبط تحریر میں آجائیں ۔ مفردات کے علاوہ ترکیبات سے بھی اگر کوئی نئے معنی پیدا ہوتے ہیں ، یا اہل زبان نے کسی ترکیب کے کوئی خاص معنی مقرر کر لیے ہیں تو ان معنی کا اندراج بھی لغت نویس کے فرائض میں شامل ہے ۔ اس تفصیل کے مطابق یہ اندراج کہ یہ لفظ فصیح ہے اور یہ غیر فصیح ، ایک تبصرہ نگار کا کام ہے نہ کہ لغت نویس کا ۔ اگر کسی لغت میں فصاحت وعدم فصاحت وغیرہ کے متعلق درج کیا جائے تو یہ بالکل ایسا ہوگا جیسے کسی عمارت کا معمار اس میں بجلی کی فٹنگ پر ایسی نکتہ چینی کرنے لگے جو کسی الیکٹریکل انجنیئر کو کرنا چاہیے ۔ لفظ کے معانی کی تشریح میں جن ادیبوں کے اقتباسات مثالوں اور سندوں میں درج ہوں گے ان کے معیار کو دیکھ کر لغت کا قاری یا ناظر خود یہ فیصلہ کرے گا کہ زیر نظر لفظ ان معنی میں مستند ہے یا غیر مستند ۔

۵ ۔ صفات ، چاہے بنیادی طور پر صفت ہوں (جیسے سبز ، سرخ وغیرہ) یا اسم خاص وعلم میں نسبت کا اضافہ کرنے سے صفتی معنی پیدا ہوتے ہوں (جیسے لاہوری ، ایرانی وغیرہ) ان کا اندراج ہر حال میں ضروری ہے ، کیونکہ وہ بھی مشتق الفاظ وغیرہ کی طرح ایک مستقل معنی رکھتی ہیں ۔

۶ ۔ کسی لفظ کے متروک یا متداول ہونے سے متعلق اظہار خیال بھی لغت نویس کی نگاہ میں ایک بے معنی چیز ہے ۔ یہ اہل زبان یا زباں داں اصحاب ہے کہ وہ کسی لفظ کو متروک یا مطبوع و متداول قرار دیں ۔ لغت کی مدد سے آج کا ادب بھی حل کیا جاتا ہے اور گزشتہ زمانوں کے ادبیات کی تحلیل و تشریح ہوتی ہے ۔ اس لیے تمام الفاظ کو چاہے وہ متروک ہوں یا متداول درج لغت کیا جانا چاہیے ۔ یہ بات لغت کی پیش کی ہوئی ہر دور کی سندیں یا مثالیں

بیان میں) ذکر کیا گیا، مگر یہ شاذ و نادر ہوتا ہے اور وہ بھی عموماً ہندی زبان کے لفظوں میں، جیسے سوامی۔

ایک وہ 'واو' ہوتا ہے جو حرفِ ساکن کے بعد آتا ہے اگر اس ساکن پر سکون کی علامت نہ بنائی جائے تو اسے بے روک ٹوک واو مجہول پڑھا جا سکتا ہے، جیسے محو، عضو اور شکوہ کا واو۔ اسی طرح وہ ی جو حرفِ ساکن کے بعد ہو اس کے ماقبل حرف پر سکون نہ بنائیں تو اسے بہت سے لوگ یائے معروف پڑھتے ہیں، جیسے وحی اور سعی، ایسے واو اور ی سے پہلے سکون کی علامت بنانا ضروری ہے۔

(ہ) جس لفظ میں نونِ غنّہ ہو، اس میں بڑی احتیاط سے ن پر اُلٹا جزم بنانا ضروری ہے، جیسے گنگا، سنْورنا، باندھنا، رنگنا، سونگھنا وغیرہ۔

(و) جس حرف پر تشدید ہو، چاہے وہ عربی یا فارسی کا لفظ ہو یا ٹھیٹھ ہندی کا، اس حرف پر تشدید بنانے میں مبالغہ ضروری ہے، یہاں تک کہ پوری کتاب میں ایک حرف مشدّد بھی بلا علامت تشدید نہ ملے۔ اچّھا، گدّا، ملّا، کتّا، گنّا، وغیرہ سب میں دوسرا حرف مشدّد ہے اور اس پر تشدید بنانا لازم۔ اور یہ علامت ٹھیک اسی حرف پر بنائی جائے، اِدھر اُدھر نہ ہو۔

اگر اس طرح اعراب لگانے کی پابندی کی جائے تو اظہارِ تلفّظ کے لیے اس طوالت کی ضرورت باقی نہیں رہتی جو بعض مطبوعہ لغتوں میں دو طرح نظر سے گزری ایک اس طرح کہ مثلاً لکڑی لکھ کر اس کے سامنے خطوط وحدانی میں اعراب اس طرح لکھ دیے گئے (بہ فتحِ لام و سکونِ کاف و کسرۂ ڑوی معروف) دوسرے یہ کہ لفظ، مثلاً کھیلنا کے آگے بریکٹ میں لکھ دیا گیا (کھ ے ل ن ا)۔

مگر یہ اصول جو (الف) سے (و) تک درج کیے گئے اس وقت کارآمد اور مفید ہو سکتے ہیں، جب کتابت کے ان رموز و نکات کو آغازِ کتاب میں واضح تر الفاظ میں قلمبند کر دیا جائے۔

۳ - صحتِ تلفّظ کے بعد تشریح کی باری آتی ہے۔ لغت نویس کو سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ جو لفظ اس نے عنوان میں درج کیا ہے اس شکل و صورت اور تلفّظ کا لفظ (جو اُردو میں بھی مستعمل ہو) کس یا کس کس زبان سے تعلّق رکھتا ہے، پھر ہر زبان میں قواعد صرفی (نہ کہ نحوی) کی رُو سے اس کی تقسیم کرنا چاہیے یعنی یہ بتانا چاہیے کہ یہ لفظ جو مثلاً فارسی میں بھی مستعمل ہے اور اُردو میں بھی، زبانِ غیر میں اور اپنی زبان میں اسم ہے یا صفت یا فعل وغیرہ ہو سکتا ہے کہ وہ کئی قواعدی حیثیتیں رکھتا ہو، مثلاً "آیا" اُردو میں "آنا" سے مشتق ہے، عربی میں "آیت" کی ایک شکل ہے اور فارسی میں کلمۂ استفہام ہے، وغیرہ۔ یہ تقسیم عمل میں لا کے ہر حیثیت سے اس کے معانی الگ الگ درج کیے جائیں۔ اس اندراج کے وقت اس لفظ کے استعمال کی زیادہ سے زیادہ سندیں اور مثالیں سامنے ہونا چاہییں، تاکہ تشریح میں لفظ کے متعدد مترادفات پے در پے لکھنے کی بجائے اس کے وہ خاص معنی درج ہو سکیں جو پیشِ نظر مثال میں استعمال کرتے وقت شاعر یا مضمون نگار کے ذہن میں تھے۔ اس تقسیم کے بعد چند اور باتوں کا لحاظ بھی ضروری ہے جو حسبِ ذیل مثالوں میں صراحتہً یا ضمناً واضح کی جائیں گی۔

اُردو لغت کے سب سے پہلے لفظ **اب** کو لے لیجیے۔ اس کے معنی اس طرح درج نہ کیے جائیں: "(اردو میں) آج کل، اس وقت، اس حالت میں، اس صورت میں، وغیرہ۔ (عربی میں) باپ، ہری گھاس"، بلکہ اس کی تشریح یوں قلمبند کرنا چاہیے:

اب ۱ (عربی) اسم

۱۔ باپ، جس کے صلب سے پیدائش ہوئی ہو۔

م: یہ مال میرے لیے جائز سب کا سب ہے کیونکہ یہ میری میراثِ اب ہے۔

۲ - ہری ہری گھاس (عطف و اضافت کی حالت میں ب مشدّد)

یہ ابّ و حدائق یہ حبّ و نبات   متاعِ عوام و متاعِ ثقات

اب ۲ (اُردو) ظرفِ زمان

۱۔ اس وقت، م: صبح کا گیا ہوا اب آیا ہے۔

خود واضح کردیں گی کہ زیرِ عنوان لفظ کس وقت سے کس وقت تک بولا گیا اور کب متروک ہوگیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک لفظ آج متروک کیا جائے اور کل پھر استعمال ہونے لگے یا جس نے متروک قرار دیا ہے اس کی رائے غلطی پر مبنی ہو۔ مثال کے طور پر اکثر ادیب و شاعر اور بعض اپنی حد سے قدم آگے بڑھانے والے اربابِ لغت بھی کہتے ہیں کہ "تلک" (انتہا کے معنی میں) متروک ہے، لیکن ذیل کے مصرع میں "تلک" کی جگہ اس کا متبادل لفظ "تک" موزوں کر دیا جائے تو بات کا زور بالکل ختم ہو جائے گا :

وغا کے بعد ہلاکی زمین شام تلک

متروکات کا فیصلہ غلط ہونے کے ثبوت میں ایسی متعدد مثالیں اور بھی ہیں، اس لیے لغت نویس کو اس قسم کا حکم لگانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یوں بھی الفاظ کو متروک قرار دینے سے زبان کا دائرہ تنگ ہوتا ہے جو کوئی مستحسن فعل نہیں۔ اب رہا کل متداول الفاظ کا اندراج تو لغت کے رمز آشنا اصحاب کے نزدیک لغت نویس کا فریضہ یہ ہے کہ ہر وہ لفظ جو بات چیت اور کار بار میں استعمال ہوتا ہے، چاہے اس کا بولنے والا مستند ہو یا غیر مستند، اس کے معنی لغت میں ضرور درج کیے جائیں، البتہ وہ الفاظ جنھیں جُہلا عدم علم کی بنا پر صحیح کی جگہ غلط تلفظ سے بولتے ہیں اندراج کے مستحق نہیں۔ مثلاً طمانینت (= اطمینان) کی بجاے طمانیت، یا قرائت (= پڑھنا) کی بجائے قرأت (جس کے معنی وبا کے ہیں)۔

اسی ذیل میں صوبائی یا دیہاتی زبانوں کے وہ لفظ بھی جو اردو کے تعلیم یافتہ عوام کی زبان پر جاری ہیں اور ان کے معنی عام بول چال میں سمجھے جاتے ہیں، وہ سب بھی لغت میں درج کیا جانا ضروری ہیں، مثلاً چِٹّا (= سفید)، کھجّی (= کھجور) اور اصیل (= چھوہارے کی کھجور)

۷ ۔ علوم و فنون کی اصطلاحوں کا اندراج صرف اس وقت درست ہے جب کہ زیرِ قلم لفظ کے ایک یا کئی معنی ہوں اور انھیں درج کرنے کے ساتھ خطوط وحدانی میں اس علم یا فن کا حوالہ دے کر وہ اصطلاحی معنی لکھ دیے جائیں لیکن جو الفاظ صرف اصطلاح ہوں اور دوسرے معنی یا معانی اردو میں رائج نہ ہوں اور انھیں صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہوں جو اس علم یا فن سے تعلق رکھتے ہوں، ان کے لیے زبان کی لغت میں کوئی مقام نہیں، البتّہ جو فنون یا علوم اتنے عام ہیں کہ سب مرد اور عورت انھیں جانتے اور پہچانتے ہیں اور ہر طبقے کو روزمرہ کے ضروریاتِ زندگی میں ان سے سابقہ پڑتا ہے ان کے بعض مشہور عام مصطلحات یا اسمار کا اندراج کرنا چاہیے مثلاً بنفشہ، اسپرو، سونچ اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ۔ اس اندراج کے موقع پر لفظوں کے انتخاب میں نہایت درجہ احتیاط اور ذوقِ سلیم سے کام لینا چاہیے۔

۸ ۔ کاریگروں اور پیشہ وروں کے استعمال کی لفظیں مثلاً معماری، نجّاری، بنائی، سلائی اور دوسرے صدہا پیشوں میں کام دینے والے اوزار یا ان کے کاموں کے جزئیات کے لیے جو لفظ مستعمل ہیں یا مستعمل تھے اور اب غیر زبانوں کے الفاظ نے ان کی جگہ صرف اس وجہ سے لے لی ہے کہ انھیں برتنے والے حال کے لوگ مغرب زدہ ہیں یا اپنی زبان کی بجاے زبانِ غیر کے ماہر ہیں، ایسے اردو لفظوں کی چھان بین کرکے اور قدیم سے قدیم پیشہ وروں سے مل کر ان سب الفاظ کو درج کرنا چاہیے۔

یہ کام گھر بیٹھے نہیں، ہر قسم کے بازاروں اور پیشہ وروں کے اڈّوں نیز دیہات کے پینٹھوں میں گھوم پھر کے انجام پا سکتا ہے۔ اس ذیل میں (مثلاً) مچھیروں، قسائیوں، موچیوں اور اسی قسم کے دوسرے پیشہ وروں سے ملنا، ملاقات سے پہلے اپنی ڈائری میں سوالات درج کرنا، دخیل الفاظ کا مفہوم سمجھا کر ان کی جگہ وہ الفاظ ان سے دریافت کرکے یادداشت میں لکھنا جو ان کی زبانوں پر چڑھے ہوئے ہیں، یہ سب ایسے کام ہیں جنھیں کئی شخص مل کر باضابطہ پروگرام کے تحت ہی پایۂ تکمیل کو پہنچا سکتے ہیں۔

۹ ۔ اردو بورڈ کراچی کی لغت، جس کی تدوین میں راقمُ الحروف نے اٹھارہ سال کھپا دیے، اس کی تالیف میں یہ پابندی تھی کہ الفاظ کی تشریح و تحلیل کے جملہ مراحل میں انگریزی کی آکسفورڈ ڈکشنری کو نمونہ قرار دیا جائے، چنانچہ اس ڈکشنری کا قدم قدم پر تتبع کرنے میں یہ نکتہ واضح ہوا کہ لغت نگار کو "چیز" اور اس کے اسم کا فرق ہر لمحے ملحوظ رکھنا چاہیے۔ چیز کی تشریح یہ چاہتی ہے کہ اس کی ساخت، اس کی غرض، اس کے طریقِ استعمال اور اس کی ایجاد کے زمان و مکان پر روشنی ڈالی جائے۔ ایک باسلیقہ لغت نگار کے نزدیک یہ انسائیکلوپیڈیا کا کام ہے، لغت کا نہیں۔ لغت یہ چاہتی ہے کہ لفظ کے ماخذ، معنی، مختلف استعمالات اور

بجائے میں آگیا ہوں) وغیرہ وغیرہ ۔ لہٰذا لغت نویس کو چاہیے کہ حروفِ جار، روابط اور صلات کو بڑی احتیاط کے ساتھ درج کرے۔ ان کے استعمال کی زیادہ سے زیادہ سندیں اور مثالیں تلاش کرے اور ان میں سے ہر لفظ ترتیبِ لغت میں جس جگہ واقع ہو، وہاں سیر حاصل مثالوں کے ذریعے ایک ایک مفہوم کی تشریح کر دے۔ پھر خود کو اس کا بھی پابند بنالے کہ جس فعل (وغیرہ) کے ساتھ جو جو صلہ استعمال ہوتا ہے، اسے اس فعل کی تشریح میں بھی درج کر دے اور تقابلی حوالے (کراس ریفرنس) کے طور پر اس شق کا حوالہ بھی درج کر دے جس میں اس صلے (وغیرہ) کے یہ معنی درج کیے گئے ہیں، مثلاً "کو" کے معانی مع اسناد کاف کی تقطیع میں درج کیے جائیں، مگر مختلف فعلوں کے ساتھ جن جن مواقع پر "کو" استعمال ہوتا ہے، وہاں بھی یہ درج کر دیا جائے کہ اس فعل کا صلہ یا مفعول کی علامت "کو" ہے (دیکھو "کو" شق نمبر فلاں)۔ اگر دونوں جگہ ایک ہی مثال درج کی جائے، اور دوسری جگہ ایک نئی مثال کا بھی اضافہ کر دیا جائے تو اس سے مفہوم زیادہ ذہن نشین ہو جائے گا۔

۱۳ - زیرِ نظر مقالے کی تمہید کے بعد نمبر ۱ کے آخری پیرے میں لکھا گیا تھا کہ ـــ "حصولِ الفاظ کا ایک علمی طریقہ اور بھی ہے جسے ہم آگے چل کر درج کریں گے"۔ اب اس کے متعلق کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

لغت کے لیے الفاظ جمع کرنے کا جو طریقہ عام طور سے اپنایا جاتا ہے، اس کی یہ وجہ نہیں کہ مؤلفین دوسرے علمی طریقے سے ناواقف ہیں، بلکہ اس کے نظر انداز کرنے کی اصلی وجہ "دامن از کجا آرم کہ جامہ ندارم" کی صورت حال ہے۔ یعنی یہ کہ نہ مؤلف کے پاس اتنا سرمایہ ہے اور نہ تجارتی نقطۂ نگاہ سے ناشر ہی اتنی کثیر رقم خرچ کر سکتا ہے جو مبیّنہ دوسرے طریقے سے الفاظ جمع کرنے کے لیے درکار ہے۔

اخذِ الفاظ کا علمی طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص کی بجائے چند افاضل مل کر اردو زبان کی بنیادی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان سے ہر قسم کے الفاظ منتخب کریں۔ ان الفاظ میں سے ہر ایک لفظ ایک کارڈ پر منتقل کیا جائے اور اس کے ساتھ وہ جملہ یا شعر بھی (مع صفحہ و کتاب) نقل کیا جائے جس میں مصنف نے اسے استعمال کیا ہے۔ حروفِ تہجی میں سے ہر حرف کے کارڈ، لغت کی عام ترتیب کے مطابق کشتیوں میں لگائے جائیں۔ اب مروجہ اور مطبوعہ لغات اور کتب متداولہ کی فرہنگوں کے الفاظ سے ان کارڈوں کے الفاظ کا مقابلہ کر کے ان لفظوں کا اضافہ کیا جائے جو لغات وغیرہ میں درج ہیں مگر منتخب کردہ لفظوں کے کارڈوں میں نہیں۔ پھر ان لفظوں کی مثالیں اور سندیں ان کتابوں میں تلاش کی جائیں جن میں ان کا استعمال مضمون اور موقع و محل کے لحاظ سے متوقع ہو۔ جس لفظ کے استعمال کی مثال کہیں نہ ملے اس کے لیے وہ حوالہ اس لفظ کے کارڈ پر درج کر لیا جائے جس کی بنا پر یہ یقین ہوا کہ یہ لفظ اردو میں مستعمل ہے اور ساتھ ہی اس کے استعمال کی کوئی دلنشین مثال بھی وضع کر کے کارڈ میں لکھ لی جائے۔ جب اس طرح الفاظ کا ذخیرہ جمع ہو جائے تو اب ان اصول کے مطابق تشریح نگاری اور تدوینِ لغت کے کام شروع کیے جائیں جو مذکورہ بالا سطور میں درج کیے گئے ہیں۔

یہ کام ایک آدمی کے کرنے کا نہیں اس کے لیے فاضلوں کی ایک پوری ٹیم درکار ہے ـــ ترقی اردو بورڈ کراچی کی "اردو لغت"[۱] بڑی حد تک اسی نہج پر مرتب ہوئی ہے، لیکن الفاظ جمع کرنے کے لیے کتابوں کے مطالعے کا کام (جو انتظامیہ کے ہاتھ میں تھا) بہت سے ایسے اشخاص کے سپرد کیا گیا جو اس کام کے لیے موزوں نہ تھے۔ جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ بہت سے ضروری لفظ رہ گئے اور اکثر غیر ضروری الفاظ چن لیے گئے۔ اس خامی کا اندازہ اس ایک مثال سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت جوش ملیح آبادی نے کلیاتِ منیر شکوہ آبادی کا مطالعہ فرمایا تو چھ ہزار سے زیادہ الفاظ لغت میں اندراج کے لیے اخذ کیے۔ اس کے بالمقابل ایک اور صاحب نے فسانۂ آزاد کی چاروں[۲] جلدوں کا مطالعہ فرمایا تو کم و بیش دو ہزار لفظ لغت کو دیے۔ اگر جوش صاحب کے ایسے دس بیس اصحاب باقی کتابوں کا مطالعہ کرتے تو یہ لغت حرفِ آخر بن جاتی۔

اب اگر ہمت کر کے بہت سے ناشرینِ کتب اپنی ایک انجمن بنا کر اس کام کو اجتماعی جد و جہد اور سائنٹفک تنظیم کے تحت انجام دیں تو قحط الرجال کے

---

۱ دیکھیے اگلا پیرا ۲ جو کلیاتِ منیر سے کئی گنا ضخیم ہیں اور سیکڑوں نہیں تو بیسیوں لفظ لغت میں اندراج کے لیے ہر صفحے پہ ملتے ہیں۔

باوجود ابھی کچھ ایسے فاضل اصحاب مل سکتے ہیں جو اس کام کو انجام دینے کا ذوقِ سلیم اور انجام تک پہنچانے کی ہمت رکھتے ہیں۔ دس پانچ سال کے بعد عنقا ہو جائیگا گر یہ نہیں مل سکیں گے

۱۴ - اردو میں سب سے زیادہ عربی و فارسی کے (اور ان کے توسط سے عبرانی، رومی اور پہلوی کے)، ان سے کم برج بھاشا، اودھی، پراکرتوں اور سنسکرت کے، اور سب سے کم ترکی، پرتگالی، انگریزی اور فرانسیسی کے الفاظ اپنی اصل شکل میں یا رُوپ بدل کر شامل ہیں۔ اردو، اگرچہ جملوں کی ساخت اور افعال کے استعمال کی صُورتِ ظاہر میں برج بھاشا سے مماثلت رکھتی ہے تاہم بجائے خود کسی ایک درخت کا پھل نہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ہر لفظ کے معانی و مطالب پر روشنی ڈالنے کے بعد اس کی اصل و نسل سے بحث کی جائے اور لفظ کی تحلیل صرفی کر کے یہ واضح کیا جائے کہ الفاظ نے اپنے اپنے اصلی وطن سے ہمارے دیس تک پہنچتے پہنچتے کتنے رُوپ دھارے اور کتنی منزلیں طے کرنے کے بعد وہ اردوئے معلّیٰ کے دربار میں باریاب ہوئے۔ اس تحلیل سے قاری و ناظر کو ضمناً یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ ماضی میں اس کے اسلاف اور آبا و اجداد کے تعلّقات دنیا کی کس کس قوم سے رہ چکے ہیں۔ مگر زیرِ نظر جیسی مختصر لغت میں ان تفصیلات کی گنجائش نہیں۔

۱۵ - ہر کام کی ایک غرض و غایت ہوتی ہے جس کے حصُول کے لیے وہ انجام دیا جاتا ہے، لغت مرتّب کرنے کی ایک غرض تو یہ ہے کہ اس کی مدد سے ایک ایک لفظ کی ساخت اور اس کے سفر کی تاریخ معلوم کی جائے۔ بالواسطہ یہ پتا بھی چلایا جائے کہ ہم جس قوم کے فرد ہیں، وہ ماضی میں دنیا کی کن کن قوموں سے تجارتی یا اور کسی قسم کے تعلّقات رکھتی تھی، ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے مذکورہ بالا اصُول کے تحت تیّار کی ہوئی لُغت درکار ہے جس کی تدوین کے منازل طے کرنے کے لیے لاکھوں رُوپے کا سرمایہ اور متعدّد افاضل کی محنت چاہیے۔ اس قدر کاوِش اور صرفے کے بعد جو لغت تیّار ہو گی وہ اتنی بسیط اور ضخیم ہو گی جس کی طباعت اور اشاعت کے لیے عام لغت سے کئی گنا زیادہ مصارف کی ضرُورت ہو گی۔ ان سب مرحلوں سے گزرنے کے بعد لغت کی جلدوں کا جوسٹ مکمّل ہو گا اس پر اتنی لاگت آئے گی جس کا بار ہمارے ملک میں اردو نواز طبقے کی قوّتِ خرید برداشت نہیں کر سکتی۔ بنابریں یہ کام صرف علمی مفاد کی غرض سے اور ریسرچ اسکالروں کی ضرُوریات پُوری کرنے کے لیے تو کیا جا سکتا ہے لیکن تجارتی نقطۂ نگاہ سے بظاہر مفید نہیں۔

لغت کی دُوسری غرض و غایت درس و تدریس کی ضرُورتیں ہیں جن کے لیے سہلُ الحصُول اور ارزاں قیمت میں دستیاب ہونے والی لغت کافی ہے۔ طالبانِ علم، اساتذہ اور دُوسرے کار باری لوگوں کی قوّتِ خرید بھی محدُود ہوتی ہے اور انھیں الفاظ کے معانی معلُوم کر لینے کے علاوہ دُوسری ان باتوں کی ضرُورت پیش نہیں آتی جس کے لیے کسی بسیط لغت کی ضرُورت پڑے۔ زیرِ نظر — فرہنگِ نسیم — اسی دُوسری غرض و غایت کی تحصیل کے لیے مرتّب کی گئی ہے، جس کے خصُوصیات میں حسبِ ذیل امتیازی باتیں شامل ہیں:

۱ - تقریباً ان تمام الفاظ کے معانی درج کیے گئے ہیں جن سے درس و تدریس اور کار بار کی حد تک ہر قسم کا اردو ادب حل کیا جا سکتا ہے۔

۲ - الفاظ کی تشریح جامع بھی ہے اور مانع بھی، جس کے بیان میں نہ اتنا اختصار کیا گیا ہے کہ مفہُوم واضح نہ ہو اور نہ اتنا طُول دیا گیا ہے کہ بات اُلجھ کر رہ جائے

۳ - تشریح کے دَوران مترادفات کا فرق واضح کرنے کے لیے جابجا خطُوط وحدانی میں مثالی فقرے اور اکثر و بیشتر اساتذہ کے اشعار یا ان کی کتابوں کے اقتباسات بھی درج کیے گئے ہیں

۴ - فرہنگِ نسیم میں لغات کی تعداد نسیم اللغات اور اکثر دُوسری لغتوں سے جو بازار میں دستیاب ہیں کم از کم ڈیڑھ گنا ہے، مثلاً نسیم اللغات میں ستّر ہزار لغات کی تشریح درج ہے تو فرہنگِ نسیم میں کم از کم ایک لاکھ لغات کا حل شامل ہے۔

۵ - اختصار مدِّنظر ہونے کے باوجُود جابجا ایسے اشارے بھی درج کیے گئے ہیں جن سے لفظ کی اصل و نسل کا ایک گُونہ تصوّر ہو جاتا ہے۔

۶ - محاورات و ضربُ الامثال کے علاوہ مختلف پیشوں سے تعلّق رکھنے والے اسما بھی مع تشریحات درج ہیں۔

۷ - مفردات اور لگی بندھی ترکیبوں کے علاوہ، اکثر وہ ترکیبات بھی درج کی گئی ہیں جنھیں دورِ حاضر کے ان اساتذہ نے جو قوم کے پیش رَو کی حیثیت رکھتے ہیں (مثلاً حکیمُ الاُمّت علامہ اقبال)، کوئی خاص مفہُوم (اسلامی یا سیاسی) ادا کرنے کے لیے وضع کیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ اربابِ علم اور صاحبانِ ذوق ان کوششوں اور کاوشوں کو پسند کریں گے جو اس لغت کی ترتیب و تدوین میں کی گئی ہیں۔

نسیم امروہوی ———— ۳۱ / مارچ ۱۹۸۳ء